سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۶۵

لذتِ قربِ خدا

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۶۵

لذّتِ قُربِ خدا

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : لذّتِ قُربِ خدا
واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وعظ : ۱۸ ذی قعدہ ۱۴۲۰؁ھ مطابق ۲۵ فروری ۲۰۰۰؁ء بروز جمعۃ المبارک
مرتب :حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مقام :مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
تاریخ اشاعت :۲؍ شعبان المعظم ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۲۱؍ مئی ۲۰۱۵؁ء بروز جمعرات
زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051
ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

لذتِ قربِ خدا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [۱]

کلمہ کی بنیاد

دوستو! ہمارے ایمان، اسلام اور خدائے تعالیٰ کے راستے کا آغاز لَآ اِلٰہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے کہ کلمہ کی بنیاد لَآ اِلٰہ پر رکھی، یعنی بنیاد ہی میں غیر اللہ کو نکالنے کا حکم ہوگیا کہ دل سے غیر اللہ کو نکالو پھر سارا عالم اللہ سے بھرا ملے گا، پھر ان کے جلوے کوبہ کو ہیں، لیکن ہم اپنے قلب کو عالمِ ھُو میں رکھنا ہی نہیں چاہتے، اس لیے دوستو نظر بچاؤ اور نظر بچا کر اس بات کی حسرت بھی نہ کرو کہ کاش ہم اس صورت کو دیکھ لیتے۔ اگر حسرت آئے تو اس حسرت سے توبہ کرو کہ اے اللہ! میں گناہ کی حسرت سے توبہ کرتا ہوں، آپ کی نافرمانی کی ہمیں آرزو ہی کیوں ہوئی؟ اور دل سے یہ کہو کہ ؎

لے آرزو کا نام تو دل کو نکال دوں
مومن نہیں جو ربط رکھیں آرزو سے ہم

اور دل میں یہ آرزو رکھو اور اللہ تعالیٰ سے کہو ؎

آ کہ نذرِ دردِ الفت ہر خوشی کرتے ہیں ہم
آ کہ خونِ آخری ارمان بھی کرتے ہیں ہم

---

[۱] الرعد: ۲۸

آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو پوری نہ ہو
آرزو بھی کس قدر حسرت بھری کرتے ہیں ہم

دیکھو! ایک شخص بھنگیوں کے محلے میں رہتا ہے، جہاں گو کے کنستر درجنوں کے حساب سے رکھے ہیں۔ وہ اس پر فخر بھی کرتا ہے کہ میں دس گھر کماتا ہوں۔ دوسرا بھنگی آستین کھینچ کر کہتا ہے کہ تو میرا کیا مقابلہ کرتا ہے میں بیس گھر کماتا ہوں۔ اب اگر کوئی معالج ان کا مزاج بدلنا چاہے تو انہیں بھنگی پاڑے سے نکال کر گلستان میں، عود، عنبر، شمامہ وغیرہ کے عطریات میں رکھے گا لیکن اس کے باوجود اگر اس شخص کے قلب میں حسرت رہتی ہے کہ کاش ہم پھر بھنگی پاڑے جاتے اور پاخانے کے کنستر کو سونگھ کر اپنی فرحت کا اور لطف ولذت کا انتظام کرتے، تو یہ دلیل ہے کہ اس ظالم کا مزاج ابھی بھنگیانہ ہے یعنی ابھی اس کا مزاج نہیں بدلا، اگرچہ پھولوں میں رہتا ہے مگر مزاجِ گلستاں اس کو عطا نہیں ہوا، اسی لیے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر قلب سے غیر اللہ کو نکال دو ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بُتاں نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ ہمارے مزاج کو مزاجِ اولیاء سے بدل دے، مزاجِ دوستاں سے بدل دے اور مزاجِ فاسقاں سے ہمارے مزاج کو پاک کردے۔ اس لیے خانقاہ میں رہ کر بھی اگر مزاجِ بھنگیانہ نہ گیا تو کیا فائدہ ہوا، اس لیے مزاجِ اولیاء کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ ہمارا دل بدل دیجیے، مزاج بدل دیجیے، روح بدل دیجیے، ہمیں آپ کی خوشیوں پر خوشی ہو اور آپ کی ناخوشیوں سے ہمارا دل غم زدہ رہے۔ یہ ہے مزاجِ اولیاء اللہ کے پیاروں کا مزاج۔

دُنیا کس چیز کا نام ہے؟

دنیا سے مراد ہے اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جانا۔ حلال کمانا، مال، بیوی، بچے یہ دنیا نہیں ہے۔ ان سے نفرت جائز نہیں، ان سے تو محبت واجب ہے۔ ماں باپ سے محبت، بیوی بچوں سے محبت، تجارت سے محبت دُنیا نہیں ہے۔ دنیا سے مراد وہ چیز ہے جو ہمیں خدا سے غافل کردے، دنیا بُری ہے لیکن بشرطِ شئ:

اِنْ اَلْهَتْكَ عَنِ الْاٰخِرَةِ

یعنی جو ہمیں آخرت سے غفلت میں مبتلا کر دے وہ دنیا بُری ہے۔

وَاِنْ جَعَلْتَ الدُّنْیَا وَسِیْلَةً لِلْاٰخِرَةِ وَ ذَرِیْعَةً لَهَا

اگر تم دنیا کو آخرت کا ذریعہ اور وسیلہ بنالو

فَهِیَ نِعْمَ الْمَتَاعُ[۲]

تو دنیا بڑی پیاری چیز ہے۔

جس چیز سے پیار ملے وہ پیاری ہے۔ جو مساجد، مدارس، دارالعلوم بنانے میں اور طالب علموں کو عالم بنانے پر اپنا پیسہ خرچ کرے تو اس سے اللہ ملتا ہے اور جس چیز سے پیارا ملے وہ چیز پیاری ہے اور جن خوشیوں کو توڑ دینے سے اللہ ملے تو ان خوشیوں کو توڑنا بھی پیارا عمل ہے اور تمام عالم کی مسرت کی جان ہے۔

روحانی بیوٹی پارلر

لہٰذا سر سے پیر تک اللہ تعالیٰ کی محبت اور آدابِ بندگی سے اپنی بندگی سجالو۔ بیٹی کو تو بیوٹی پارلر لے جاتے ہو کہ داماد پسند کرلے، تو شیخ پر بھی واجب ہے کہ اپنے مریدوں کو بار بار کہے کہ سر سے پیر تک صورت اور سیرت ایسی بنالو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پیار کرلے۔ یہ روحانی بیوٹی پارلر ہے، حاصلِ خانقاہ ہے۔ جسمانی بیوٹی پارلر میں تو جسم سجایا جاتا ہے، ان کے پاس باطن کی اصلاح کا کوئی نسخہ نہیں ہے، لیکن اللہ والوں کی صحبت سے سیرت کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے اور صورت کی بھی۔ خانقاہ ظاہر کا بھی بیوٹی پارلر ہے اور باطن کا بھی۔ اور دُنیاوی بیوٹی پارلر والوں کے ہاں کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ ظاہر سجادیا۔ شوہر نے دیکھا اور کہا واہ واہ ویری گڈ، بہت اچھی شکل ہے۔ لیکن شوہر کی تعریف کے جواب میں بہت سجی سجائی پُرکشش بیوی نے کہا یو آر ویری ویری بلاڈی فول(You are very very bloody fool)تب شوہر نے کہا کہ یہ کیا چکر

---

[۲] روح المعانی:۲۷/۱۸۵،الحدید(۲۰)،دار احیاء التراث،بیروت

ہے بھئی! شکل کیسی اور گالیاں کیسی دے رہی ہے۔ دنیا والے تو صرف جسم کو سجانا جانتے ہیں، اللہ والوں کی زندگی کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے جو ہماری صورت اور سیرت دونوں سنوار دیتے ہیں۔

توبہ کی برکات

اللہ والے یہ بھی بتاتے ہیں کہ روحانی حسن میں اگر کبھی نقص پیدا ہو جائے، یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے حقوق میں اگر کبھی خطا ہو جائے تو توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دوبارہ رشتہ جوڑ لو، اس کا نام ایلفی ہے۔ اگر گلاس ٹوٹ جائے، ایلفی لگا دو تو دوبارہ جڑ جاتا ہے، اسی طرح توبہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی ایلفی ہے۔ توبہ کی ایلفی کے ذریعے اللہ سے ہماری الفت قائم ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں پیار کرتا ہے۔ اس کی دلیل بھی میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ[۳]

توبہ سے صرف خطا معاف نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیں پیار بھی دیتا ہے۔ توبہ ایسا کیمیکل، ایسی زبردست چیز ہے کہ اس کے سامنے ایلفی کیا چیز ہے؟ ایلفی میں تو پھر بھی نشان باقی رہ جاتا ہے۔ شیشہ ٹوٹ گیا، ایلفی لگایا مگر اس کا تھوڑا سا اثر رہتا ہے، پتا چل جاتا ہے کہ یہ ایلفی سے جڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ سے اپنی ذات کے ساتھ ایسا رشتہ جوڑتے ہیں کہ کوئی نشان نہیں رہتا، بلکہ اُن کا نشان، اُن کا نور چہرے پر آجاتا ہے اور توبہ کرنے والے کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے، کیوں کہ توبہ کی برکت سے وہ اللہ والا ہو گیا اور اللہ والوں کی شان حدیثِ پاک میں وارد ہے:

اِذَا رُأُوۡا ذُکِرَ اللّٰہُ[۴]

اُن کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔

اسی لیے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت اشعار میں بیان فرماتے ہیں ؎

۳؎ البقرۃ: ۲۲۲

۴؎ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف للشیخ التھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۳۱۷

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

مایوس نہ ہو کہ ہم سے گناہ ہو جاتے ہیں، لگے لپٹے رہو، ہزار بار گناہ ہو جائے ہزار بار توبہ کرو، توبہ کرنے سے کیوں گھبراتے ہو؟ توبہ تو مزیدار عبادت ہے، معافی مانگنے میں مزہ آتا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تو نعرہ تھا "یاربّی معاف فرمادیجیے" فضا میں آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، وہاں کوئی نہیں ہے اور بار بار "یاربّی معاف فرمادیجیے" کا نعرہ لگا رہے ہیں لہٰذا معافی مانگنا خود ایک مزیدار عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی توبہ کا عمل محبوب ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ

اللہ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے، تو اگر توبہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہ ہوتی تو توبہ کرنے والوں کو محبوب کیوں رکھتے؟ توبہ بہت ہی پیارا عمل ہے، لہٰذا اس سے گھبرایا مت کرو بلکہ خطا نہ بھی ہو تو بھی توبہ کرتے رہو۔

ممنونِ سزا ہوں مِری ناکردہ خطائیں

توبہ کرتے ہی رہو، استغفار کی کثرت رکھو، اسی بہانے سے ان کا نام لینے کی توفیق ہوتی ہے۔ زبان پر ان کا نام آجانا کیا کم نعمت ہے؟ میں نے شیخ کے بعض عاشقوں کو دیکھا کہ کوئی خطا نہیں ہوتی، مگر پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ حضرت! کوئی خطا ہو گئی ہو تو معاف کر دیجیے۔ تو اصل میں وہ مزہ لیتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ کوئی خطا نہیں ہوئی مگر لذتِ معافی لیتے ہیں۔ محبوب سے معافی مانگنے میں مزہ آتا ہے۔

ہماری تو ہر سانس خطاکار ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے، غیر محدود عظمتوں کا حق ہماری محدود طاقتوں سے اور محدود آدابِ بندگی سے ادا نہیں ہو سکتا، یہ حق ادا نہ ہو سکنا بھی نقص اور خطا ہے، لہٰذا ہماری ہر سانس خطاکار ہے، تو ہر سانس توبہ کار بھی ہونی

چاہیے، پھر اپنی بندگی کی تابکاری دیکھو! پھر ان کے راستے میں مزہ ہی مزہ ہے اور ایک بات کہتا ہوں جو شاید اختر ہی سے سنوگے، شاید ہی اس عالَم میں کسی اور سے سنو۔ شاید کا لفظ یاد رکھنا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو دل میں حاصل کرلیا دردِ دل سے، تقویٰ سے، ذِکر اللہ کے دوام سے، اہل اللہ کے ہاں قیام سے اس کے قلب کا کیا عالم ہوتا ہے، وہ ابھی بیان کروں گا، لیکن اہل اللہ کے یہاں قیام سے مراد بیوی بچوں اور کاروبار کو چھوڑ کر اُن کے یہاں پڑا رہنا مراد نہیں ہے، بلکہ کثرت سے آتے جاتے رہنا مراد ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

اگر تم یوں ہی آتے جاتے رہوگے
محبت کا پھل اپنا پاتے رہوگے

لیکن جب محبت عطا ہونے لگتی ہے تو بعض لوگ شیخ کے پاس آنا کم کردیتے ہیں، اسی کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

محبت کا پھل جب وہ پانے لگے
مجھے چھوڑ کر کیوں وہ جانے لگے

بہرحال لاکھ گناہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ کو نہ چھوڑو۔ اور خواجہ صاحب کا یہ شعر یاد کرلو! نہیں تو میر صاحب سے نوٹ کرلینا؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

(مرتب عرض کرتا ہے کہ تقریر کے دوران بعض حضرات اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے، حضرت والا نے اچانک یہ شعر پڑھا اور فرمایا کہ) ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے؎

قدم سُوئے مرقد نظر سُوئے دُنیا
کہاں جارہا ہے کدھر دیکھتا ہے

لٰہٰذا جب تقریر ہو تو ہمہ تن مقرر کو دیکھو، شاید اللہ تعالیٰ مہربانی کردے کہ یہ ٹکٹکی باندھے ہوئے ہے، اس کو کچھ دے دیا جائے۔ میر کا شعر یاد آ گیا۔

سرہانے میرؔ کے آہستہ بولو
ابھی تک روتے روتے سو گیا ہے

لکھنؤ کے ایک شاعر نے اس میں ترمیم کی اور اتنی مزے دار کی کہ میں نے جب اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شعر سُنایا تو حضرت ہنستے ہنستے لیٹ گئے۔ وہ ترمیم سُن لیں۔

سرہانے میرؔ کے آہستہ بولو
نہیں تو اُٹھ کے پھر رونے لگے گا

یعنی اس کی رونے کی عادت ہے، ابھی سویا ہوا ہے، اس لیے خاموش ہے، اٹھا دیا تو پھر رونا شروع کردے گا۔ دیکھو! جب میں دیکھتا ہوں کہ تقریر کے دوران بجائے مجھے دیکھنے کے کوئی اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے تو مجھ کو غم ہوتا ہے۔ غالب کہتا ہے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

میرے شیخ نے ایک شعر سنایا تھا کہ اگر کسی کا محبوب پھول پھینک رہا ہو، تو وہ محبوب ہی کو دیکھے گا کہ اس کا ہر پھول لے لوں۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو اِدھر بھی

جس گھر سے مسلسل پھولوں کی بارش ہوگی، تو کیا وہ گھر بہ اندازِ چمن نہیں ہوگا کہ اس کے گھر سے چمن تک پھول ہی پھول ہوں گے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اگر ہزار بار توبہ ٹوٹ جائے تو ہزار بار اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو۔ آہ وزاری، اشکباری، بے قراری، اختر شماری، شرمساری اور حق تعالیٰ کی عظمتوں اور اس کی پروردگاری کی اداؤں کو سر پر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو کہ

اے خدا! آپ کا یہ بندہ اپنے گناہوں سے بے قرار ہے، اشکبار ہے، شرمسار ہے، کیوں کہ آپ غفّار ہیں، میرے مدد گار ہیں اور پروردگار ہیں۔ خواجہ صاحب کا شعر اور سنیے ؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

لیکن آخر تو ہی دبائے گا۔ یہ ہمارے دادا پیر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ والوں سے جڑے ہوئے ہیں، ان کے ہاں آنا جانا رکھتے ہیں، اگر زندگی میں نفس پر غالب نہ آسکے تو مرتے وقت اللہ تعالیٰ ضرور ان کو تعلقاتِ دنیا پر غالب کرکے اور ان کے دل پر اپنی محبت کو غالب کرکے اور توبہ کی برکت سے محبوبین بنا کر اُٹھائیں گے۔

تکمیلِ آرزو سے اطمینان حاصل کرنے کا فریب

جو آیت میں نے تلاوت کی اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ خوب غور سے سن لو۔ اَلَا حرف تنبیہ ہے، عربی میں تین حروف تنبیہ کے ہیں: اَلَا، اَمَا، ھَا تو اللہ تعالیٰ نے حرف تنبیہ استعمال فرمایا ہے، جس کا ترجمہ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کان سے غفلت کی روئی نکال کر پھینکو پھر میری بات سنو کہ:

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ

اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے تمہارے قلب کو اطمینان ملے گا۔ اور اطمینان کب ملتا ہے اور کیوں ملتا ہے؟ جب اس کی ہر تمنا پوری ہوجائے اور قلب میں زخمِ حسرت نہ رہے کہ یہ باقی رہ گیا، جس کی سو تمنائیں ہیں اگر ایک بھی باقی رہ جائے گی تو اس کے قلب کو اطمینان کامل نہ ملے گا۔ اسے حسرت اور آرزو کی ناکامی کا غم رہے گا تو پھر اطمینان کہاں رہا؟ اور دنیا میں یہ ناممکن ہے کہ ہر آرزو پوری ہوجائے۔ معلوم ہوا کہ آرزوؤں کی تکمیل اطمینان کا ذریعہ نہیں۔ اطمینان کے حصول کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ جو اطمینان کا خالق ہے اس کو حاصل کرو، اس کو راضی کرو۔

بابِ رحمت پر دستک

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کی خاصیت بتائی کہ میرا ذِکر کرو گے تو ایک دن تم مذکور کو پاؤ گے، کیوں کہ جو میرا نام لیتا ہے گویا میرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔

اَلذَّاکِرُ کَالْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ

جس کو میں اپنا نام لینے کی توفیق دیتا ہوں اس نے ابھی مجھے پایا نہیں، لیکن میرے دروازے پر کھڑے ہو کر دستک دے رہا ہے۔

محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

اَلذَّاکِرُ کَالْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ

جس کو ذِکر کی توفیق ہوگئی تو اگرچہ ابھی مذکور اس کو ملا نہیں لیکن وہ دروازے تک آگیا، دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے کہ میرے مولیٰ مجھے کب ملو گے؟ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم اگر مسلسل کسی دروازے کو کھٹکھٹاتے رہو گے، تو ایک دن دروازے سے کوئی سر ضرور نمودار ہوگا کہ بہت دیر سے کھٹکھٹا رہے ہو، بھئی! کیا بات ہے؟ تم کو کیا ضرورت پیش آگئی؟ مگر مسلسل کھٹکھٹاتے رہو، مایوس نہ رہو کہ اتنے دن سے کھٹکھٹا رہے ہیں، اب تک کوئی سر نمودار نہیں ہوا۔ اس مایوسی کو دور کرنے کے لیے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے رہو ایک دن ضرور اُن کو رحم آئے گا ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں دَر اس پہ ہو کیوں تری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا
بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر
گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑ پھڑائے جا

اگر گناہوں سے آزادی نہیں ملتی تو پھڑ پھڑائے جاؤ، اللہ میاں کو بے قراری تو دکھاؤ کہ اُن کو

رحم آجائے۔ تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے نام کی خاصیت بیان فرمائی کہ جس کو میرا نام لینے کی توفیق ہوگئی اس کی پہنچ میرے دروازے تک ہوگئی۔ شرح مشکوٰۃ میں دیکھ لو۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اتنا بڑا محدث لکھ رہا ہے۔ میں تصوف بلا دلیل پیش نہیں کروں گا۔ میرا ہر تصوف مدلل بالقرآن یا بتفسیر القرآن یا بالحدیث یا بشرح الحدیث ہو گا۔

قُرب میں ترقی کی مثال

تو ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلذَّاکِرُ کَالْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ اسمِ موصول جب اسمِ فاعل پر داخل ہوتا ہے تو معنیٰ میں اَلَّذِیْ کے ہوجاتا ہے کہ اَلَّذِیْ ذَکَرَ کَالَّذِیْ وَقَفَ عَلٰی بَابِ اللہِ تَعَالٰی شَانُہٗ جس کو اللہ کا نام لینے کی توفیق ہوگئی تو وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ کیا یہ کم نعمت ہے کہ ہم ان کے دروازے پر بستر لگادیں؟ ایک شخص نے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ بہت دن سے اللہ اللہ کررہا ہوں مگر کوئی فائدہ معلوم نہیں ہورہا ہے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ظالم! یہ کم فائدہ ہے کہ تو اتنے بڑے مولیٰ کا نام لے رہا ہے، لیکن فائدہ پہنچتا ہے محسوس نہیں ہوتا۔ فائدہ پہنچنا اور ہے، محسوس ہونا اور ہے، جیسے بچے کا قد روزانہ بڑھتا ہے، لیکن روزانہ اگر فیتہ سے ناپو گے تو قد بڑھتا ہوا محسوس نہیں ہوگا اور مایوسی الگ ہوگی، چھ مہینے تک فیتہ نہ لگاؤ، پھر فیتہ لگاؤ تو جس دن پیدا ہوا تھا اس دن سے کئی انچ بڑھا ہوا نظر آئے گا۔ ایسے ہی اللہ کا نام لیتے رہو، روزانہ فیتہ مت لگاؤ کہ آج ہم کو کتنا قرب ہوا، کچھ دن کے بعد آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

اولیاء اللہ کا راستہ

بس پابندی سے ذِکر کرتے رہو، روزانہ فیتہ مت لگاؤ، اولیاء اللہ کے روٹ پر چلتے رہو، منزلیں خود آئیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ذِکر کرنا اور گناہ سے بچنا یہ روٹ ہے اولیاء اللہ کا۔ دُنیا میں جتنے ولی ہوئے ہیں ان کا روٹ یہی دو چیزیں ہیں، مثبت اور منفی یعنی مائنس اور پلس۔ جس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اس کا اہتمام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی سے بچنے

میں بھی جانبازی دِکھاتے ہیں، بے غیرتی اور کمینہ پن سے اللہ کو ناراض نہیں کرتے، اپنی حرام لذتوں سے بچنے میں جان کی بازی لگادیتے ہیں۔ شیطان کتنا ہی کان میں کہہ دے کہ اِس شکل کو دیکھنے میں بہت مزہ آئے گا، وہ شیطان کو جواب دے دیتے ہیں۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب میرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

اللہ کے نام کی غیر فانی اور غیر محدود لذّت

تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا کہ خوب سن لو تم دنیا میں کہیں چین نہیں پاؤ گے، اگرچہ ساری دنیا تم کو مل جائے۔ اور فرض کرلو کہ مل بھی جائے، مگر ناممکن ہے کہ تم ساری دنیا کو استعمال کرلو، سارے عالم کی مرغیاں تم اکٹھی کھاسکتے ہو؟ سارے عالم کے کباب اکٹھے کھاسکتے ہو؟ سارے عالم کی نہاری کھاسکتے ہو؟ سارے عالم کی لیلاؤں کو یوز کرسکتے ہو؟ تمہارا معدہ، تمہارا دل ہم نے ایسا بنایا ہے کہ سارے عالم کو سمیٹ نہیں سکتا، سارے عالم کی لذت کو ایک آن میں نہیں حاصل کرسکتا، بلکہ سو برس کی زندگی بھی دے دوں تو بھی تم سارے عالم کی نہ تو سیر کرسکتے ہو، نہ سارے عالم کی نعمتوں کو استعمال کرسکتے ہو۔ تم اپنے معدے میں اگر دس مرغی ڈال لو تو پیٹ میں درد شروع ہو جائے گا، لیکن اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تم اگر میرا نام محبت سے لینا سیکھ لو، بشرطیکہ گناہوں کا ملیریا اُتر جائے اور متلی اور زبان کی کڑواہٹ ختم ہوجائے، تب میرے نام کی مٹھاس تم کو محسوس ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کتنا پیارا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، فرماتے ہیں۔

از لبِ یارم شکر را چہ خبر

میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو یہ ظالم شکر کیا جانے کہ شکر مخلوق ہے، محدود ہے، فانی ہے، اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس غیر محدود ہے غیر فانی ہے اور بے مثل ہے۔ دیکھو! اللہ والے ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ کے نام میں ایسی لذت ملتی ہے، تب وہ کہتے ہیں کہ میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو شکر بھی نہیں جانتی۔

وازرخش شمس و قمر را چہ خبر

اللہ کے جلووں کو اور اللہ تعالیٰ کے نور اور تجلی کو یہ شمس و قمر کیا جانیں؟ یہ تو خود بھک منگے ہیں، ان کو روشنی کی بھیک میں نے ہی تو دی ہے۔ ان کو کسوف اور خسوف یعنی چاند گرہن اور سورج گرہن سے کبھی روپوش بھی کر دیتا ہوں، مگر میری تجلی میرے عاشقوں سے کبھی روپوش نہیں ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے، اپنے اولیاء کے نور کو ظاہر کر دے تو سورج اور چاند کو گرہن لگ جائے۔ یہ تحمل نہیں کر سکتے، شمس و قمر اللہ تعالیٰ کے جلووں کی تاب نہیں لا سکتے، اللہ کے جلووں کی تاب کاری کو ان کی آب و تاب تحمل نہیں کر سکتی۔

لذّتِ قرب کا ادراک نہ ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس کو اولیاء اللہ ہی جانتے ہیں، ہم کو گناہوں کے ملیریا کی وجہ سے اللہ کے نام کی لذت کا ادراک نہیں ہوتا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ بد نظری کرتے ہیں، عورتوں کو یا حسین لڑکوں کو دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے اپنی عبادت اور اپنے نام کی مٹھاس چھین لیتے ہیں۔ لاکھ تسبیح پڑھتے رہو، جب اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے تو لذتِ نامِ خدا کی ڈش تم کو کیسے ملے گی؟ تقویٰ سے رہ کر غم اٹھا کر دیکھو، پھر قلبِ حسّاس اور قلبِ سلیم عطا ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے جلووں کا ادراک ہوتا ہے، انوار کا ادراک ہوتا ہے، تجلّیات کا کشف ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کے جلوے تمہارے قلب میں مکشوف ہوں گے اور محسوس ہوں گے، کیوں کہ جو بد نظری کرتا ہے وہ تلاوت کر کے دیکھ لے، وہ نماز بھی پڑھے گا، خدا کے قدموں میں سجدہ بھی کرے گا، مگر دل میں اُس کے وہی لیلیٰ ہوگی۔ بد نظری کی نحوست ہے کہ یہ ظالم شکلیں پھر دل سے نہیں نکلتیں، بے چینی الگ ملتی ہے اور نبی کی بد دُعا الگ ہے، اس لیے تقویٰ سے رہو، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ جب ملے گا تب جا کے اطمینان ہو گا۔

لذّتِ دو جہاں سے سیر چشمی حاصل ہونے کا طریقہ

جو تقویٰ کی برکت سے، ذِکر اللہ کی برکت سے، اہل اللہ کی صحبت کے صدقے میں، ان کی خدمت اور جوتیاں اٹھانے کی برکت سے جب دل میں اللہ کو پا جاتا ہے، تو اس کی کوئی تمنا ایسی نہیں ہوتی جو پوری نہ ہو، اس کے دل میں کوئی زخمِ حسرت نہیں ہوتا، اس کے دل میں پردیس اور وطن کی لذتوں کا مجموعہ اللہ تعالیٰ اپنے نام کے صدقے میں دے دیتا ہے۔ ذِکر اس

کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے بلکہ مذکور کو اپنے دل میں پا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام ایسا ہے کہ جو اُن کا نام لیتا ہے بشرطِ تقویٰ اور بشرطِ پرہیز، تو وہ خالی اسم نہیں رٹتا مسمّیٰ بھی پا جاتا ہے۔

آج میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تفسیر اس آیت سے کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے قلب کو چین کیوں ملتا ہے؟ کیوں کہ بے چینی دو وجہ سے ہوتی ہے: ایک تو یہ کہ نعمت کی تمنا تھی لیکن استعمال نہیں کر سکا، کیوں کہ موجود نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ موجود ہے لیکن استعمال کی قدرت نہیں، مثلاً لذیذ غذائیں موجود ہیں مگر معدے میں گنجائش نہیں ہے۔ دنیا کی ساری نعمتیں، دنیا کی لیلاؤں کے نمکیات اور دنیا بھر کے سیب اس کے پاس ہیں، مگر کیا کوئی شخص تمام نعمتوں کو بیک وقت استعمال کر سکتا ہے؟

ہفتِ اقلیم کی سلطنت بھی کسی کو مل جائے، ہفتِ برّاعظم کا بادشاہ ہو جائے، لیکن پھر بھی اس کے قلب کو چین نہیں ہے، کیوں کہ دنیا میں ایسے احوال آجاتے ہیں کہ جو اس کے قابو سے باہر ہوتے ہیں، مثلاً بعض برّاعظم ایسے ہیں جیسے سمندر، جن پر اُس کی حکومت نہیں چل سکتی، یا جہاں حکومت ہے تو وہاں اپوزیشن کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور خوفِ زوالِ سلطنت ہوتا ہے، لیکن کسی اللہ والے کو اپنے قلب کی سلطنت کے زوال کا اندیشہ نہیں ہوتا، کیوں کہ سلطان السلاطین ان کے دل میں ہوتا ہے، ان کی سلطنت ان کے دل میں ہے اور یہ ایسی سلطنت ہے جس کو کوئی اُن سے چھین نہیں سکتا۔

نعمائے جنت سے بڑھ کر مزہ پانے والے لوگ

اس لیے دونوں جہاں سے بڑھ کر مزہ وہ اپنے دل میں پاتے ہیں، اس پر میرا شعر ہے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

کیوں کہ دونوں جہاں اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، دنیا بھی، آخرت بھی، جنت بھی اور دوزخ بھی، تو یہ بتاؤ کہ جنت مخلوق ہے یا نہیں؟ اور پوری دنیا مخلوق ہے یا نہیں؟ تو خالق افضل ہے یا مخلوق؟ تو جب خالق دل میں آئے گا تو پورے عالم سے بے نیازی اور استغنا پیدا ہو جائے گا۔ ضرورتاً کھائے گا لیکن کسی نعمت کو دیکھ کر للچائے گا نہیں، صرف جینے کے لیے کھائے گا، کیوں کہ

قیامِ اسٹر کچر اور ڈسٹمپر اسی سے ہے، روٹی نہ ملے تو چہرہ بھی سوکھ جاتا ہے اور اسٹر کچر بھی کانپنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کے قلب میں سیر چشمی ہوگی۔ عاشقِ ذاتِ حق کے لیے جنت بھی درجۂ ثانوی میں ہوتی ہے، اللہ کے نام میں وہ جنت سے بڑھ کر مزہ پاتا ہے۔ پس دیدارِ الٰہی کے علاوہ سب کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے، جب دردِ دل سے اللہ کہتا ہے تو اپنے قلب میں دونوں عالم کا حاصل **بِجَمِیْعِ کَمِیَّاتِہٖ وَکَیْفِیَّاتِہٖ وَلَذَّاتِہٖ** پاتا ہے۔ اللہ کا نام حاصلِ دوجہاں ہے ؎

لذتِ دوجہاں ملی مجھ کو تمہارے نام سے
مجھ کو تمہارے نام سے لذتِ دوجہاں ملی

لیکن اس شعر میں ایک کمی رہ گئی تھی جو میں نے دوسرے شعر میں دُور کی کہ ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

دونوں جہاں جس کی برابری کرسکیں وہ اللہ نہیں ہوسکتا۔ مخلوق اور خالق کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں کے خالق ہیں، خالقِ جنت ہیں، جس نے اللہ کو دنیا میں پالیا وہ حاصلِ جنت پا گیا، گو جنت وہ بعد میں دیکھے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں جنت دیکھوں گا تو میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا کیوں کہ اتنا یقین مجھ کو دنیا ہی میں حاصل ہے ببرکتِ صحبتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ خالقِ جنت جس کے دل میں ہے تو بتاؤ! جب جنت سے افضل چیز موجود ہے تو جنت سے زیادہ مزہ اس کو دنیا ہی میں نہ آنے لگے گا؟ جب اللہ تعالیٰ دل میں ہے تو سارے عالم کے بادشاہوں کے نشے، سارے عالم کی سلطنت کے نشے، وزارتِ عظمیٰ کی کرسیوں کے نشے، سارے عالم کے انگوروں کے نشے، سارے عالم کے سیبوں کے نشے، سارے عالم کا رس اللہ اس دل میں گھول دیتا ہے جس دل میں وہ اللہ آتا ہے۔ واللہ! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس حقیقت کی تعبیر کے لیے میرے پاس لغت نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے، ہماری لغت محدود ہے۔ غیر محدود ذات کو دل محسوس تو کرسکتا ہے مگر لغت سے تعبیر نہیں کرسکتا۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر چہ گویم را شرح و بیاں

ہر چند میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کی شرح بیان کرتا ہوں لیکن ؎

چوں بہ عشق آیم خجل باشم ازاں

جب دوبارہ عشق مجھ پر طاری ہوتا ہے اور میں زبانِ محبت کو پیش کرتا ہوں، تو اس بیان میں مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ پچھلے بیان سے میں شرمندہ ہوجاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ جب میرے عاشق مجھے یاد کرتے ہیں، تو میرے نام میں یہ خاصیت ہے کہ ان کے دل کو چین اور اطمینان ملتا ہے اور اطمینان کی دو وجہ میں نے بیان کی: ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے دل میں کوئی حسرت نہیں ہوتی، نہ دنیا کی، نہ جنت کی، دونوں جہاں یہیں پاجاتے ہیں۔

بلا تقسیم دونوں جہاں کا مزہ پانے والے

اور دوسری وجہ زندگی میں پہلی بار اس آیت کے ذیل میں بیان کررہا ہوں کہ بادشاہوں کو تقسیمِ مملکت سے مملکت ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کو دونوں جہاں کا مزہ بلا تقسیم ملتا ہے، بلا تقسیم پورے عالَم کی سلطنت کا مزہ ملتا ہے، کیوں کہ وہ خالقِ ارض وسماء ہے، خالقِ شمس وقمر ہے، خالقِ بحر وبر ہے، خالقِ شجر وحجر ہے، وہ سارے عالَم کا خالق ہے، جب وہ دل میں آتا ہے تو ہر ولی اللہ خود ایک عالَم بن جاتا ہے، کیوں کہ دل میں خالقِ عالَم کو لیے بیٹھا ہے، اس کا قلب خود ایک عالَم ہوتا ہے، ہر ولی ایک عالَم رکھتا ہے، اس کے زمین وآسمان، اس کے سورج اور چاند اس کے دل میں ہوتے ہیں، تو اطمینان کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمناؤں سے، حسرتوں سے خالی ہوجاتا ہے اور یہ شعر بزبانِ حال پڑھتا ہے ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

یہ خواجہ مجذوب صاحب رحمہ اللہ کا شعر ہے۔ حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شعر سن کر فرمایا تھا کہ خواجہ صاحب! اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو آپ کو اس شعر پر انعام میں

دے دیتا۔ سارے عالَم کا خالق بتاؤ کون ہے؟ سارے عالَم کی مرغیوں کا خالق، سارے عالَم کے سیب اور انگور کا خالق، ارے عالَم کی نعمتوں اور لذتوں کا خالق کون ہے؟ سارے عالَم کے حسینوں کا خالق کون ہے؟ اللہ ہے۔ جس دل میں وہ اللہ آتا ہے تو وہ دل سارے عالَم سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں کہ اللہ اپنے کسی بندے ولی اور عاشق کے دل کے اندر ایک پورا عالَم جمع کر دے۔ اللہ تعالیٰ پورے عالَم کا رس اُس دل میں گھول دیتا ہے، وہ اپنی چٹائی اور بوریوں پر جب اللہ اللہ کرتا ہے تو ایک سلطنت کا مزہ پاتا ہے ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اللہ والوں کی لازوال سلطنت

ہم نے ایسے اولیاء اللہ کی زیارت کی ہے جنہوں نے دال روٹی اور چٹنی میں بریانی کا مزہ محسوس کیا اور اپنی چٹائی اور بوریوں پر سلطنت کا مزہ لیا ہے۔ یہ لازوال سلطنت بلا الیکشن ملتی ہے، خدا کی رضا سے ملتی ہے، یہاں اپوزیشن کا کوئی وجود نہیں ہوتا، نفس و شیطان بھی یہاں کتے کی طرح دُم ہلاتے رہتے ہیں۔ جو سچے اللہ والے ہیں نفس و شیطان بھی اُن کے تابع دار اور غلام ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے نفس پر سوار رہتے ہیں، جدھر شریعت اجازت دے اُدھر آنکھ کھولتے ہیں، جدھر شریعت اجازت نہ دے مجال نہیں کہ اُدھر آنکھ کھل جائے۔ وہ اپنے جسم پر، اپنے نفس پر حتیٰ کہ شیطان پر بھی حکومت کرتے ہیں ببرکتِ حاکمِ اعلیٰ۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل میں رکھتے ہیں، اس لیے اُن کے حوصلوں کی مضبوطی کا عام دنیا دار تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اب رہ گئی جنت، تو میں کہتا ہوں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو دنیا میں پالیا، صحبتِ اولیاء کی برکت سے، ذِکر اللہ اور تقویٰ کی پابندی سے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے میں اپنی جان کی بازی

لگادی، اپنی حرام خوشیوں کو پاش پاش کردیا، دل کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کردیا مگر اللہ کو ناراض نہیں کیا، تو وہ خالقِ جنت دل میں آجائے گا۔ اس وقت مجھے مفتی تقی عثمانی کا ایک شعر یاد آگیا جو انہوں نے خود سنایا جب میں پچھلے دنوں دارالعلوم گیا تھا ؎

دردِ دل دے کر مجھے اُس نے یہ ارشاد کیا
ہم اُسی گھر میں رہیں گے جسے برباد کیا

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے بُری خوشیوں کو، حرام خوشیوں کو، خراب خوشیوں کو اللہ کے لیے تباہ کردیا، تو اس دلِ تباہ کو جو تجلی اللہ دیتا ہے دنیا میں اس کی مثال نہیں پاؤ گے ؎

مے کدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

اب علمائے کرام کے غلام اس اختر کا شعر بھی سنیے ؎

ہزار خونِ تمنا ہزارہا غم سے
دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

میں کہتا ہوں کہ جس کو دنیا بڑی کوششوں سے مشقتوں سے خون پسینے سے ملی، مگر تقسیم ہو کر ملی، دو مرغیاں کھالیں یا زیادہ سے زیادہ تین مرغیاں کھالیں، دو چار سیب کھالیے۔

چار شادیوں کے جواز کی اہم شرط

چار شادیاں کرلیں، مگر خواتین یہ سن کر لرزہ براندام ہوگئی ہوں گی کہ کہیں میرے شوہر یہ تقریر نہ سن رہے ہوں، تو یاد رکھو کہ عدل فرض ہے۔ چار شادی کرنا آسان نہیں ہے، اِس زمانے میں نہ اتنا تقویٰ ہے کہ عدل کرسکے، نہ اتنی طاقت ہے کہ چار بیویوں کا حق ادا کرسکے۔ ایک ہی بیوی پر دواخانہ کے سامنے معجون مغلظ مانگ رہے ہیں، اگر طاقت ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اِس شرط کے ساتھ دوسری شادی جائز ہے کہ عدل کرسکو اور یہ عدل کرنا بہت مشکل کام ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ دوشادی کرکے آپ نے مریدوں کے لیے دوسری شادی کا دروازہ کھول دیا۔ فرمایا کہ نہیں دروازہ بند کردیا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ یہاں ایک ترازو رکھا ہوا ہے، ایک بیوی کو جتنا دیا اتنا ہی دوسری بیوی کو تول کر دینا پڑتا ہے، اگر خربوزہ آگیا تو آدھا کاٹ کر ایک بیوی کے یہاں بھیجا اور آدھا دوسری بیوی کے یہاں، تو عدل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ پھر ایک اور بات بھی ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کو اللہ اپنے دین کے کام کے لیے قبول فرماتا ہے، اس کو مٹی کے کھلونوں میں ضایع نہیں کرتا، لہٰذا چار شادیوں کے جواز کا جواب مل گیا۔ میں نے چار کا اچار نکال دیا۔ بس اللہ تعالیٰ پر زیادہ سے زیادہ فدا رہنے کے لیے وقت نکالو، اپنے آپ کو حلال لذتوں میں بھی زیادہ مشغول نہ کرو، حلال مشغولی سے بھی بچو تاکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرسکو۔ کماؤ بھی اتنا جتنا کھانا ہے۔

تو کہہ رہا تھا کہ دنیاداروں کو جو دنیا ملی تقسیم ہوکر ملی، سلطنت بھی ملی تو تقسیم ہوکر ملی۔ کوئی عمان کا بادشاہ ہے تو کوئی العین کا، کوئی دبئی کا ہے تو کوئی قطر کا، تو بتاؤ! تقسیم ہے کہ نہیں؟ لیکن دردِ دل سے کہتا ہوں کہ جو اللہ کے عاشق ہیں ان کو بلا تقسیم پورا عالم ملتا ہے کیوں کہ وہ خالقِ عالم کو سینے میں رکھتے ہیں۔ یہ تقریر آج پہلی مرتبہ کررہا ہوں اَلَا بِذِکۡرِ اللہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ کے ذیل میں کہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل کو چین ملتا ہے، کیوں کہ جب خالقِ عالَم دل میں ہوتا ہے، تو ان کے قلب میں یہ حسرت نہیں رہتی کہ کاش! ہم کو یہ ملک وسلطنت مل جاتی، جب ملک کا مالک ملا ہوا ہے تو ملک کیا چیز ہے۔ میرا ایک فارسی شعر ہے؎

ملک را بگذار مالک را بگیر
تاکہ صدہا ملک یابی اے فقیر

ملک کی ہوس چھوڑو، مالک کو پکڑو تاکہ اے فقیر! تجھ کو سینکڑوں ملک مل جائیں۔ جب سارے عالَم کا مالک دل میں آگیا تو گویا پورا عالَم اُسے مل گیا؎

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اِک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

خالقِ جنت سے تعلق رکھنے والوں کے بے مثل مزے

تو ہر ولی اللہ اپنے قلب میں پورا عالم رکھتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کے دل میں ہر وقت چین رہتا ہے، کیوں کہ نہ کوئی حسرت ہے نہ تمنا ہے، مالک کے قرب کی وجہ سے ہر وقت مست رہتا ہے، شانِ صمدیت کا اُس پر ظہور ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات کیا ہے؟

اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَّالْمُحْتَاجُ اِلَیْهِ کُلُّ اَحَدٍ[۵]

اللہ سارے عالم سے مستغنی ہے اور سارا عالم اُس کا محتاج ہے۔

اِس صمدیت کا ظہور جب اُس کے قلب پر ہوتا ہے تو جتنا بندہ اس کا مستحق ہے اور جتنا اس کا تحمل ہے، اس کے مطابق اپنی صمدیت کے خزانے سے اللہ تعالیٰ کچھ دے دیتے ہیں کہ خالقِ عالم کے ذِکر میں وہ بے نیازِ عالَم ہوتا ہے، مگر بیوی بچوں کا حق ادا کرتا ہے۔ یہ بے نیازی نہیں ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل چلا جاتا ہے۔ اب رہ گئی جنت تو خالقِ جنت جب دل میں آئے گا تو بتاؤ! جنت افضل ہے یا خالقِ جنت افضل ہے؟ لہٰذا جو دل میں اللہ تعالیٰ کو پا جائے گا تو دنیا میں اس کو جنت سے زیادہ مزہ حاصل ہو جائے گا۔ بس ایک مزہ باقی رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار یہاں نہیں ہو گا، وہ تو جنت جا کر ہی نصیب ہو گا۔

میرے مرشد فرماتے تھے کہ جب آنکھیں بنائی جاتی ہیں تو آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے، جب روشنی آجاتی ہے تب ڈاکٹر کہتا ہے کہ اب پٹی کھول دو۔ تو ایمان و تقویٰ سے یہاں ہماری آنکھیں بنائی جارہی ہیں دیدارِ الٰہی کے لیے، جب روح ایمان کے ساتھ نکل جائے گی تو اللہ تعالیٰ جنت میں فرمائیں گے اب پٹی کھول دی گئی، اب کَاَنَّکَ نہیں، یہاں اَنَّکَ تَرَاہُ ہے۔ دنیا میں کَاَنَّکَ تَرَاہُ تھا یعنی اس احساسی کیفیت سے عبادت کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے، لیکن جنت میں گویا نہیں رہے گا، گومگو سب ختم، وہاں اَنَّکَ تَرَاہُ ہے، تم یقیناً مجھے دیکھو گے۔

---

۵ روح المعانی: ۳۰/۲۷۴، الاخلاص (۲)، دار احیاء التراث، بیروت

جنت میں دیدارِ الٰہی کی کیفیت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ جب ہم دنیا میں کوئی اچھی چیز دیکھتے ہیں تو لائن لگ جاتی ہے، تو اللہ میاں کو دیکھنے کے لیے تو بڑی دھکم پیل اور بڑی جنگ ہوگی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کیا بہترین مثال دی۔ علومِ نبوت کا معجزہ دیکھو، ارشاد فرمایا کہ جب چودہ تاریخ کا چاند ہوتا ہے تو کیا تم آسمان پر چاند دیکھتے ہوئے آپس میں لڑتے ہو؟ معلوم ہوا کہ چاند اس زاویہ پر ہے کہ مخلوق کے جھگڑے نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ جو چاند کا پیدا کرنے والا ہے کیا اس زاویہ سے اپنی تجلیات نہیں دکھا سکتا؟ اللہ بھی اپنا دیدار اس زاویہ سے کرائے گا کہ ہر جنتی آرام سے دیکھ سکے گا اور اتنا مزہ آئے گا کہ جنت کی کوئی نعمت یاد نہیں رہے گی، نہ جنت کے دریا، نہ حوریں، نہ شہد، نہ شراب، نہ دودھ، نہ پانی، جنت کی ساری نعمتیں فراموش ہوجائیں گی اور حوریں بھی یاد نہیں رہیں گی اور ہر جنتی اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر یہ شعر بزبانِ حال پڑھے گا؎

ترے جلووں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

اہل اللہ کے بے مثل کیف کی دلیل

یہ تصوف کہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کو دنیا ہی میں دونوں عالَم سے بڑھ کر مزہ ملتا ہے سوائے لذتِ دیدارِ الٰہی کے، بلا دلیل نہیں ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں آسمانوں اور زمینوں میں نہیں سمایا، مگر میں اولیاء اللہ کے دل میں مہمان کی طرح سماجاتا ہوں:

مَاوَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَاسَمَائِیْ وَوَسِعَنِیْ
قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ اللَّیِّنُ الْوَدَّاعُ[۶]

مجھ کو نہ میری زمین سما سکتی ہے، نہ میرا آسمان اور مجھ کو میرے مؤمن بندے کا قلب جس میں نرمی اور اطمینان کی صفت ہے سمولیتا ہے۔

---

[۶] التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف:۸۹

دنیامیں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ جتنابڑا آدمی ہوتا ہے اتناہی بڑا گھر بناتا ہے، اپنی عظمتوں کے حساب سے اپنے گھر میں مٹیریل لگاتا ہے۔ تو جس اللہ نے ہمارے قلب کو اپنی جلوہ گاہ بنایا ہے اسی اللہ نے قلب کی ایسی ساخت بنائی ہے، قلب کو ایسا مٹیریل دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مع تجلیات کے اس قلب میں متجلی ہو جاتا ہے اور دل اس کو برداشت کرلیتا ہے۔ پس جس قلب میں خالقِ جنت متجلی ہو وہ دنیاہی میں جنت سے بڑھ کر مزہ نہ پائے گا؟ بجز لذتِ دیدار کے جنت سے بڑھ کر مزہ وہ دنیاہی میں پاجاتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو حاصل کرلو اللہ والوں کی صحبت سے، اہتمامِ تقویٰ سے، ذِکراللہ کے دوام سے، اپنی حرام آرزو کا دریائے خون بہادو، ڈرو مت، اسی دریائے خون کے بعد اللہ ملے گا۔ دریائے خون سے جو عبور نہیں کرے گا، مُرور نہیں کرے گا، اس کو قربِ الٰہی کا سرور بھی نہیں ملے گا۔ میرے اشعار ہیں ؎

سنو داستانِ مضطر ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر
یہ لہو لہاں کا منظر مرا سر ہے زیرِ خنجر

مرے خوں کا بحر احمر ذرا دیکھنا سنبھل کر
یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا

یہی میرا جام و مینا یہی میرا طورِ سینا
مِری وادیوں کا منظر ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غم زدہ جگر ہے مری چشم چشم تر ہے
مِرا بحر خوں سے تر ہے، میرا ابرَ لہو سے تر ہے

مِرے بحر و بر کا منظر ذرا دیکھنا سنبھل کر
مِری فکر لامکاں ہے مِرا درد جاوداں ہے

مِرا قصہ دلستاں ہے مِری رَگ سے خوں رواں ہے
مرے خون کا سمندر ذرا دیکھنا سنبھل کر

اور وجہ کیا ہے؟ آسانی سے اللہ کیوں نہیں ملتا؟ خونِ آرزوئے حرام کے دریاؤں اور سمندروں سے کیوں گزارتے ہیں؟ اس کا جواب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔

عشق از اوّل چرا خونی بود

اللہ تعالیٰ اپنے عشق کے دریائے خون سے عبور کرا کے ملتا ہے، عشق کا منظر شروع میں بڑا خونی نظر آتا ہے۔

تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

تا کہ جو بیرونی یعنی غیر مخلص لوگ ہیں وہ ہمارے مخلصین کے دائرے میں کہیں داخل نہ ہو جائیں۔ ہر بادشاہ اپنے محل کے آگے خار دار تاروں کی باڑھ لگوا دیتا ہے تا کہ درباری لوگوں میں غیر درباری نہ داخل ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے محلِ قرب کے آگے دریائے خون رکھا ہے جو خونِ آرزو عبور کر کے آئے گا اس کو اللہ تعالیٰ ملے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق کو خونی دکھایا ہے۔

عشق از اوّل چرا خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

تا کہ بیرونی اور غیر درباری لوگ دربار میں نہ آجائیں۔ اور تجلیاتِ الٰہی کا حامل ہونے کی صلاحیت قلب میں تقویٰ کے غم سے اور خونِ آرزو سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کے راستے میں جتنا قوی جس کا مجاہدہ ہو گا، جتنا قوی غم اُٹھائے گا کہ ہر سانس بھی اللہ پر فدا کرتا ہے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام لذتوں اور گناہوں سے اپنے قلب کو غیر متجلّی نہیں ہونے دیتا، ایک لمحہ بھی اللہ کی جدائی کو برداشت نہیں کرتا، اس لیے وہ گناہ سے بچتا ہے، جبکہ اسی دنیا میں کوئی شراب پی رہا ہے، کوئی زنا کر رہا ہے، کوئی عورتوں کو دیکھ رہا ہے، تو سوچئے! کہ جو اتنا زیادہ غم اٹھائے گا تو کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین نہیں ہیں؟ کیا ایسے قلب کا وہ پیار نہیں لیں گے؟ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقین کو دیکھ رہے ہیں کہ میرے بندے کتنا غم اٹھا رہے ہیں کہ کسی کو نہیں دیکھتے یہاں تک کہ لیلائیں بھی دیکھتی ہیں کہ یہ عجیب ملّا ہیں جو ہمیں دیکھتے نہیں ہیں، جبکہ دوسرے لوگ دیکھ کر پاگل ہو رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو اپنے پیار کی ایسی غیر فانی لذت عطا فرماتے ہیں جس کے مزے کو وہی جانتا ہے جس کو عطا ہوتی ہے۔

شرابِ محبتِ الٰہیہ اور شرابِ جنت

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عاشقین دنیاوی لذتوں کی فانی شراب کو کیوں منہ نہیں لگاتے؟ تو جواب یہ ہے کہ چوں کہ اعلیٰ درجے کی پیتے ہیں اس لیے گھٹیا شراب نہیں پی سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی اعلیٰ درجہ کی شراب ازلی ابدی پیتے ہیں، اس لیے دُنیا کی گھٹیا شراب کو کیا منہ لگائیں گے، ان کے یہاں تو شرابِ جنت بھی درجۂ ثانوی ہے کیوں کہ جنت کی شراب ابدی تو ہے مگر ازلی نہیں ہے اور دنیا نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے، اس لیے ولی اللہ ایسی تھرڈ کلاس کی کہاں پی سکتے ہیں۔ ولی اللہ کھاتا ہے مگر جینے کے لیے، عیش کے لیے نہیں اور جیتا ہے اللہ کے لیے لیکن اگر مزیدار کھانا کھاتا ہے تو مزیدار نعمت دینے والے کی تجلی دیکھ کر مست ہوتا ہے، وہ نعمت سے مست نہیں ہوتا، نعمت کے اندر نعمت دینے والے کی تجلی دیکھتا ہے کہ واہ رے واہ، میرے مولیٰ! کتنا عمدہ کوفتہ اور کباب بنا ہے۔ یہ نعمت کی لذت ان کو منعم تک پہنچاتی ہے، لذتِ قربِ منعم سے وہ مست ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کافر وہی کباب کھائے، وہی ولی اللہ کھائے دونوں کی لذت میں فرق ہوتا ہے کیوں کہ منعم کی تجلی سے مومن کا مزہ دوبالا ہو رہا ہے، نعمت کی لذت الگ اور منعم کی لذت الگ، اور جس سے اللہ ناراض ہے اس کی لذیذ نعمتوں سے بھی اللہ تعالیٰ نعمتوں کی لذت کا رس نکال دیتا ہے، کھاتے ہیں مگر بے کیف ہو کر کھاتے ہیں، بے چین اور پریشان رہتے ہیں اور پریشانی میں بریانی بھی اچھی نہیں لگتی اور اللہ کے نام کے اطمینان سے سوکھی روٹی بھی اللہ والوں کو مست رکھتی ہے، تو یہ بتا رہا ہوں، لوٹ لو ؎

کمالو مِری جاں کمانے کے دن ہیں

یہی لذت لوٹنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا ہے کہ اللہ کے قرب کی لذت لوٹ لو، سارا عالم بلا تقسیم ملے گا۔ سن لو سلطنتِ عمان اور سلطنتِ قطر نہیں پورے عالم کی سلطنت آپ کو اپنے قلب میں محسوس ہوگی۔ وہ خالقِ سلاطینِ عالم جب آئے گا تو دل میں سارے عالم کی سلطنت کا رس گھول دے گا۔ اس کا حاصل، اس کا نشہ آپ کو مل جائے گا۔ جو سلاطین کو تخت و تاج کی بھیک دے سکتا ہے، جب وہ بھیک دینے والا آئے گا آپ کے قلب کو بلا الیکشن ایسی سلطنت عطا ہوگی جو عَلٰی مَعْرَضِ الزَّوَالِ، عَلٰی مَعْرَضِ الْفَنَا نہیں ہوگی۔ آپ کو

زوالِ سلطنت کا خوف نہیں ہو گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت سے قلب میں سلطنت کا نشہ آرہا ہے، ایسی لازوال سلطنت جس کی سلاطین عالم کو ہوا بھی نہیں لگی، بلا تقسیم سارا عالم پاؤ گے۔

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

پورے عالم کو اللہ تعالیٰ ایک عاشق کے دل میں رکھ دیتا ہے۔ سنو! جس نے یہاں اللہ کو پالیا مجاہدے سے، غمِ تقویٰ سے، شکستِ آرزو سے اور اللہ تعالیٰ پر جانبازی سے اور اہل اللہ کی جوتیاں اٹھانے سے، ان کی صحبتوں کے صدقے میں جس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا، صاحب نسبت ہو گیا اس کو تو یہیں جنت کا مزہ آجاتا ہے، سوائے اللہ کے دیدار کے۔ یہی ایک نعمت ہے جو جنت میں اہلِ جنت کے لیے اضافی ہے، مستزاد ہے، باقی رہی جنت تو اللہ تعالیٰ جو خالقِ جنت ہے وہ جس دل میں آتا ہے تو جنت کا مزہ اس دل میں گھول دیتا ہے اور کیسے گھول دیتا ہے، سن لو! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جنت پوری مجموعی بِجَمِيْعِ نِعْمَآئِهٖ افضل ہے یا خَالِقِ نِعْمَآئِهٖ افضل ہے؟ جو افضل پا گیا تو جنت سے افضل مزہ وہ دل میں پا گیا۔ یہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، میں دلائل سے سمجھا رہا ہوں لیکن پورا مزہ کب آئے گا؟ کباب کی لاکھ تعریف کرو مگر کباب کبھی کھایا نہ ہو تو پورا مزہ نہ آئے گا مَنْ لَّمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ یہ عربی کا مقولہ ہے جو چکھتا نہیں وہ پورا مزہ نہیں سمجھ سکتا لیکن جسے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے عطا فرمائے۔ پھر بھی میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر استدلال، اتنا عمدہ مضمون بیان کرا دیا کہ عقلاً بھی آپ سمجھ جائیں گے کہ جب جنت کا خالق اللہ ہے تو وہ خود جنت سے افضل ہے لٰہذا جب ہمیں دنیا میں تقویٰ کی برکت سے اور اہل اللہ کی غلامی سے صاحبِ نسبت بنائیں گے اور قلب میں اپنی تجلی عطا فرمائیں گے تو حق تعالیٰ کی تجلیات جو صفاتِ تخلیق لذاتِ دنیا اور صفاتِ تخلیق لذاتِ جنت لیے ہوئے ہیں ان کو دونوں جہاں کی لذات سے بڑھ کر قلب میں پائیں گے الّا دیدارِ الٰہی کیوں کہ دیدار کے لیے یہاں آنکھیں بن رہی ہیں، حقیقت وہاں نظر آئے گی مگر مستیاں یہاں بھی رہیں گی، واللہ! کہتا ہوں کہ کسی سچے اللہ والے کے پاس بیٹھ کر دیکھ لو، اگر تمام بادشاہوں سے بڑھ کر قوی نشہ اس کے پاس نہ ہو، سارے عالم کی بریانیوں اور کبابوں سے زیادہ

نشہ اس کے پاس نہ ہو، سارے عالم کی لیلائے کائنات اور مجانینِ عالم سے زیادہ نشہ اُس میں نہ ہو تو کہنا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر سچا ولی اللہ مل جائے تو میرا قول آپ صادق پائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اے اللہ! ہم سب کو اولیائے صدیقین جو اے خدا! تیرے اولیاء کا، تیرے دوستوں کا سب سے اونچا مقام ہے، اپنی رحمت سے بلا استحقاق اختر کو، اس کی اولاد کو، میرے تمام احباب کو، اُن کے گھر والوں کو، سارے عالم کو، پوری امت کو عطا فرمادے۔ آپ کریم ہیں اور آپ اس آبشارِ رحمت کے مالک ہیں جو غیر محدود رحمت کا آبشار ہے، ہم سب پر اپنی رحمت کا آبشار اُنڈیل دیجیے اور ہمیں اللہ والا بنادیجیے۔ دنیا بھی دیجیے اور آخرت بھی دیجیے، کسی کا محتاج نہ فرما اور روح بھی آسانی سے قبض فرما اور مسکراتے ہوئے اپنے پاس بلا کہ مرنے کے بعد بھی ہمارے ہونٹوں پر تبسم کے آثار باقی رہیں اور کسی کا محتاج نہ فرما، دنیا بھی خوب خوب دے دے کہ دنیا دار ہمیں حقیر نہ سمجھیں، علماء پریشان ہیں، اے اللہ! ہمیں اتنی دنیا دے کہ دنیادار بھی ہمارے اوپر رشک کریں اور آخرت کا مزہ بھی دے اور اپنے قرب کا مزہ اتنا مستزاد دے کہ ہمیں کبھی احساس کمتری نہ ہو۔ میں پھر کہتا ہوں، واللہ! کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کو پاجاتا ہے کبھی کسی بادشاہ کو دیکھ کر اس کو رشک نہیں آئے گا، سارے عالم کی نعمتوں کو دیکھ کر کبھی اس کے منہ میں پانی نہیں آئے گا، سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اور اللہ سے وفاداری پر اور اللہ کی یاری پر فدا ہوتا رہے گا، اُس کو ہر وقت دونوں عالم سے بڑھ کر مزہ ملتا رہے گا، ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں ہوتا، وہاں تجلیاتِ مسلسلہ، متواترہ، وافرہ، بازغہ عطا ہوتی ہیں اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کا کیوں حکم دیا؟ کیوں کہ ان کے پاس اللہ ہے تاکہ آپ میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی ڈش کھانے کا اور قربِ الٰہی کا شوق پیدا ہو جائے جیسے کوئی کہے کہ ہم اِس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ لیموں کو دیکھ کر منہ میں پانی آجاتا ہے، دلیل پیش کرو، تو وہ کہے گا ہم دلیل پیش نہیں کرتے۔ ایک لیموں لائے گا اور کاٹ کر چوسنے لگے گا حالاں کہ لیموں دوسرے کے منہ میں ہے اور پانی آرہا ہے دوسرے کے منہ میں۔ اب تو دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کا اس لیے حکم ہوا کہ تم

بلا دلیل اللہ کو پا جاؤ، یہ ہے وجہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی۔ آج خاص تفسیر سن لو! جو لوگ ابھی ولی اللہ نہیں ہیں وہ کسی ولی اللہ کے ساتھ رہیں تو ان شاء اللہ اُس ولی اللہ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی برکت سے فیضانِ خداوند تعالیٰ سے اُن کے منہ میں بھی پانی آجائے گا اور کہیں گے واقعی اللہ تعالیٰ کے نام میں جو مزہ اور جو اطمینان ہے دُنیا میں کہیں بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُدَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❁❁❁❁

یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں

دیکھ کر میرے اشکِ ندامت
ابرِ رحمت کی بارش ہے جاں میں

آپ کا سنگِ در اور مرا سر
حاصلِ زندگی ہے جہاں میں

سارے عالم کی لذت سمٹ کر
آگئی ہے ترے آستاں میں

لذتِ ذکرِ حق اللہ اَللہ
یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں

درس تسلیم و خونِ تمنا
ہے نہاں عشق کی داستاں میں

لذتِ قربِ بے انتہاء کو
کس طرح لائے اخترؔ زباں میں

اخترؔ

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے
دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (بُرے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائلِ تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب توبند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے توبچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جلّ جلالہٗ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

ساری کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی برکت سے چل رہا ہے۔ جو اتنا بڑا نظام ہستی چلا رہا ہے وہ خود کتنا عظیم الشان ہوگا کوئی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ جس بندے کو اتنی لامتناہی طاقت اور قدرت والے خدا کا قرب عطا ہوگا اس کا مقام دوسرا سمجھنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قرب ان کا نام لینے اور دین کے احکامات پر عمل کرنے سے عطا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی خاصیت یہ ہے کہ جس بندے کو ان کا نام لینے کی توفیق ہوگئی گویا وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پہنچ گیا۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''لذت قرب خدا'' میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس قرب میں اضافے کا نسخہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے میں ہے۔ ان کا نام مسلسل لینے والا یعنی کثرت سے ذکر کرنے والا ذکر اللہ کی برکت سے ایک دن اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے قرب کی لذت ایسی حاصل کرلیتا ہے جس کی سارے عالم میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

AW065